عہد حاضر میں

مسلمان عورت کو درپیش مسائل اور ان کا حل

سید جلال الدین عمری ○

مغرب نے جو مسائل پیدا کیے ہیں ان میں بنیادی مسئلہ اس کے فلسفہ حیات کا ہے۔ اس کا حملہ اتنا زبردست اور اس کا دباؤ اتنا شدید ہے کہ مسلمان عورت کو استقلال اور استقامت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ وہ قدم قدم پر محسوس کرتی ہے کہ یہ پورا فلسفہ اس کی راہ میں مزاحم ہی نہیں بلکہ اسے ایک دوسری ہی سمت میں لے جانا چاہتا ہے۔ اس میں خدا پر ایمان ویقین‘ اس کی عبادت و اطاعت‘ رسولؐ کی رسالت‘ اس کی ہدایت اور رہنمائی اور آخرت کی بازپرس کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ وہ دین کی ان بنیادی حقیقتوں کا انکار کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور ان سے آزاد ہو کر زندگی کی تعمیر چاہتا ہے۔ یہ ایک زبردست ذہنی کش مکش ہے جس سے مسلمان عورت دوچار ہے (یہ کش مکش مسلمان مرد کے لیے بھی ہے۔ یہاں زیربحث مسلمان عورت کے مسائل ہیں‘ اس لیے صرف اسی کا ذکر ہے)۔

دین دار عورت کے مسائل اور مشکلات

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مسلمان عورت گھر اور خاندان کو اپنا اصل مرکز توجہ اور حقیقی دائرہ کار سمجھتی ہے۔ مغربی تہذیب اسے اس مرکز سے ہٹانے کی بھرپور کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ وہ گھر میں گھس کر اس کے سکون پر حملہ آور ہو رہی ہے اور اسے بے یقینی اور اضطراب میں مبتلا کرنا چاہتی ہے۔ مغرب جن پہلوؤں سے اسلام پر اپنی یورش جاری رکھے ہوئے ہے ان میں اس کے نظام خاندان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

○ مدیر سہ ماہی تحقیقات اسلامی‘ علی گڑھ (بھارت)

وہ مختلف عنوانات سے یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ اسلامی خاندان عورت کے لیے ایک قیدخانہ سے کم نہیں ہے' اس کی بنیاد مرد کے اقتدار پر ہے۔ اس میں عورت کی حیثیت ایک محکوم سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کے حقوق غیر محفوظ اور اس کی ذمہ داریاں بے شمار ہیں۔ پردے کے نام سے اس کی آزادانہ تگ و دو پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے۔ وہ کھل کر کسی معاملے میں کسی کے سامنے نہیں آسکتی۔ وہ پیدایش سے لے کر شادی تک ماں باپ کی دست نگر اور شادی کے بعد شوہر کی باندی ہے۔ مرد اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے چار بیویاں رکھ سکتا ہے اور طلاق کے دو لفظ بول کر ان میں سے جسے چاہے گھر سے نکال سکتا ہے۔ اس کی معاش کا کوئی نظم نہیں ہے اور وہ مرد کے ہاتھ میں مجبور و محبوس ہے۔

اسلام کی تعلیم کی یہ بہت ہی غلط تعبیر ہے۔ دنیا کی کسی بھی صحیح اور معقول بات کو نامعقول اور بھیانک بنا کر پیش کیا جا سکتا ہے' یہ اسی طرح کی کوشش ہے۔ اس کوشش کو ناکام بنانا اور اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

خاندانی نظام پر اس فکری یلغار یا لگاتار حملوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان عورت اس نظام ہی سے متنفر ہو جائے' اسے ایک ظالمانہ نظام سمجھے اور اس کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو جائے۔ وہ آگے بڑھ کر ماں باپ سے' شوہر سے اور پورے خاندان سے بغاوت کر دے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت کی بغاوت کے بعد خاندان اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتا اور اسے شکست و ریخت سے کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔ خاندان' معاشرے کا بنیادی ادارہ ہے۔ اسلام آج بھی یہاں بڑی حد تک زندہ اور محفوظ ہے۔ اگر یہ ادارہ ختم ہو جائے تو اجتماعی زندگی کے دوسرے اداروں سے وہ آسانی سے ختم ہو جائے گا۔ مغربی تہذیب یہی چاہتی ہے۔

مغرب میں عورت اور مرد کی مساوات کا ایک خاص تصور پایا جاتا ہے۔ یہ ایک غیر فطری تصور ہے۔ اسی وجہ سے خود مغرب میں اسے پوری طرح اپنایا نہیں جا سکا ہے۔ عورت اور مرد کی صلاحیتوں کا فرق اس میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لیکن اس تصور کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ یہ ہر تنقید سے بالاتر ہے۔ چنانچہ اس کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت بھی مشکل ہی سے کی جاتی ہے۔

مساوات کے اس تصور کے تحت مسلمان عورت کو یہ باور کرانے کی مسلسل کوشش ہو رہی ہے کہ خاندان ہی میں نہیں' اس سے ہٹ کر زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی اسلام اسے مرد کے مساوی درجہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اسے وہ حقوق حاصل نہیں ہیں جو بہ حیثیت ایک انسان کسی مہذب معاشرے میں ملنے چاہییں۔ اسے مرد سے کم تر سمجھا جاتا ہے' اس کی شہادت آدھی شہادت ہے' اس کی دیت نصف دیت ہے' وراثت میں اس کا حصہ آدھا ہے۔ ملازمت' تجارت اور صنعت و حرفت میں اس کا کوئی عمل

دخل نہیں ہے۔ حکمرانی کے منصب پر وہ کبھی فائز نہیں ہو سکتی۔ مسلمان عورت کی مظلومیت کی یہ داستان دور جدید کے طاقت ور ذرائع ابلاغ سے اس زور شور سے سنائی جا رہی ہے کہ دل و دماغ کا اس سے متاثر و مرعوب ہونا تعجب خیز نہیں ہے' جب کہ اسلام کا موقف اتنی ہی قوت کے ساتھ سامنے نہیں آ رہا ہے اور ماحول بھی اس کے مخالف ہے۔

مسلمان عورت عملی کش مکش میں بھی مبتلا ہے۔ ایک طرف اس کے خیالات زمانے کے خیالات سے متصادم' اس کے سوچنے کا انداز معاصر فکر سے مختلف' اس کے ذوق اور دلچسپی کا دائرہ آج کی دنیاے تفریح سے جدا اور دوسری طرف اس کا صوم و صلوٰۃ اور عبادات کا پابند ہونا' اخلاقی اقدار پر اس کا اصرار' موجودہ عریاں کلچر اور آرٹ سے اس کی دوری' شرم و حیا کو اس کا زینت سمجھنا' اس کا لباس اور اس کا حجاب' یہ سب چیزیں آج کے ماحول میں اسے بالکل اجنبی بنا کر رکھ دیتی ہیں۔ وہ یوں محسوس کرتی ہے جیسے اس کا دم گھٹ رہا ہو اور دین و اخلاق کی صاف ستھری فضا میں وہ سانس لینا چاہے تو بھی نہ لے پا رہی ہو۔ اگر اتفاق سے' اور اب یہ محض اتفاق ہی نہیں رہا بلکہ ایک عمومی واقعہ بن گیا ہے' ماں' باپ' شوہر یا خاندان کے دوسرے افراد غیر اسلامی ذہن و مزاج کے ہوں تو مسلمان عورت کی کش مکش اپنے گھر ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ یہ کش مکش بڑی سخت ہوتی ہے۔ اپنے قریبی ماحول کے ناسازگار ہونے کی وجہ سے اسے بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

موجودہ حالات میں ایک مسلمان خاتون جن مسائل سے دوچار ہے ان میں ایک اہم مسئلہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا ہے۔ آج علم محض چند طبعی یا فکری معلومات میں اضافے کا نام ہے۔ ہمارے تعلیمی ادارے طالب علم کو ادبی' سماجی اور سائنسی معلومات تو فراہم کرتے ہیں لیکن ان معلومات کو صحیح رخ نہیں دے پاتے۔ اس لیے طالب علم کی ذہنی و فکری تربیت نہیں ہوتی اور معلومات کا یہ بوجھ کبھی کبھی دین سے انحراف کا سبب بن جاتا ہے۔ تعلیمی اداروں سے باہر کی دنیا اخلاقی بگاڑ ہی میں اضافہ کرتی ہے۔ بسا اوقات گھر کا ماحول بھی اصلاح و تربیت میں معاون نہیں ہوتا۔ ان حالات میں اسلامی ذہن و فکر رکھنے والی خاتون جب دیکھتی ہے کہ نئی نسل جس میں اس کی اولاد بھی شامل ہے غیر اسلامی افکار کے سیلاب میں بہی چلی جا رہی ہے اور اسے وہ روک نہیں پا رہی ہے تو اسے دنیا تاریک نظر آنے لگتی ہے۔ اس کی اس پریشانی اور فکرمندی کا تصور کرنا دشوار نہیں ہے۔

یہ تو بعض مسائل اور دشواریاں ہیں۔ مخالف ماحول میں اس طرح کی دشواریوں کا پیش آنا تعجب خیز نہیں ہے' ان کا پیش نہ آنا تعجب کا باعث ہو سکتا ہے۔ ان سے ہراساں ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ مسلمان خاتون اپنے دین و ایمان' خدا سے تعلق اور استعانت اور حکمت و تدبیر سے ان پر قابو پا سکتی ہے۔

اگر وہ اس فیصلے اور عزم و یقین کے ساتھ کھڑی ہو کہ حق پر قائم رہے گی اور غیر اسلامی ماحول کو بدلنے کی راہ میں جو مشکلات پیش آئیں گی انھیں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرے گی تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اسے حاصل ہو گی، رکاوٹیں دور ہوں گی، ظلمت شب چھٹے گی اور کامیابی کی سحر طلوع ہو گی۔

مسلم معاشرے میں عورت کی حیثیت

موجودہ مسلم معاشرے میں (خاص طور پر برعظیم کے پس منظر میں) عورت کی حالت بڑی ابتر رہی ہے۔ وہ ان حقوق سے بڑی حد تک محروم تھی اور ہے جو اسلام نے اسے عطا کیے ہیں۔ دور جاہلیت کی طرح لڑکی کو ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی پیدائش پر خوشی نہیں محسوس کی جاتی بلکہ ماں باپ اور گھر کے لوگوں پر ایک طرح کی افسردگی چھا جاتی ہے۔ پیدائش کے بعد اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی طرف وہ توجہ نہیں کی جاتی جو لڑکوں کے سلسلے میں کی جاتی ہے۔ اس کی تعلیم صحیح معنی میں نہ قدیم ہوتی ہے اور نہ جدید۔ اس کی معلومات کی دنیا خاندان کے طور طریقوں اور رسوم و رواج تک محدود ہوتی ہے۔ اس کی واقفیت نہ تو قرآن و حدیث کی تعلیمات سے ہوتی ہے اور نہ جدید علوم سے۔ زندگی کے کسی شعبے میں اسے وہ بصیرت حاصل نہیں ہوتی کہ دینی اور دنیوی نقطہ نظر سے صحیح اور غلط کاموں کا فیصلہ کر سکے۔ قومی اور بین الاقوامی معاملات سے وہ بے خبر ہوتی ہے۔ دنیا میں کیا تبدیلیاں آ رہی ہیں؟ کیوں آ رہی ہیں؟ اور ان کے پیچھے کیا اسباب و عوامل ہیں؟ ان کا اسے کوئی علم نہیں ہوتا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کے بھلے برے سے کٹ کر رہ گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس صورت حال میں کہیں کہیں تبدیلی ضرور آئی ہے اور ہماری خواتین نے علم کے میدان میں نمایاں ترقی کی ہے لیکن ایک طویل عرصے سے وہ تعلیم میں اس قدر پیچھے رہی ہیں کہ اس کی تلافی کے لیے ایک لمبی مدت درکار ہو گی۔

اب تعلیم سے ہٹ کر بعض دوسرے معاملات پر غور فرمایئے۔ شادی کے وقت مہر کی بڑی مقدار طے ہوتی ہے لیکن اس کے ادا کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ شادی کے بعد اس کی ذمہ داریاں تو بیان ہوتی رہتی ہیں، ان میں وہ ذمہ داریاں بھی شامل ہیں جن کا ازروے شرع کوئی جواز نہیں ہے لیکن اس کے حقوق کا ذکر شاذ ہی ہوتا ہے۔ شریعت کا منشا یہ ہے کہ عورت پر خانگی امور اور اس کے نظم و نسق کا بوجھ جس میں کھانا پکانا صفائی ستھرائی وغیرہ شامل ہے، اس کی طاقت سے زیادہ نہ ڈالا جائے۔ اگر یہ بوجھ زیادہ ہو تو مرد اس میں تعاون کرے۔ لیکن یہاں صورت حال یہ ہے کہ اس بوجھ کے ساتھ خاوند کی خدمت بھی اسے کرنی پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ خاوند کے بھائیوں، بہنوں اور دور و نزدیک کے رشتے داروں کی خدمت بھی اس پر لازم سمجھی جاتی ہے۔ اس میں ذرا سی کوتاہی برداشت نہیں کی جاتی اور اس پر طرح طرح کی زیادتیاں ہونے لگتی ہیں۔ اس کی عمر کا بہترین حصہ ساس بہو کے جھگڑوں اور سسرال کے غلط سلوک کی نذر ہو جاتا

ہے۔ ماحول کی سختی کی وجہ سے اس کی قوت و توانائی ضائع ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ خاندان اور سماج کے لیے مفید خدمت انجام نہیں دے پاتی۔ منقولہ اور غیر منقولہ جایداد میں اسے وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ بیوہ یا مطلقہ ہو جانے پر اس کا دوبارہ نکاح ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس کی پوری عمر بے شوہر کے گزر جاتی ہے۔

ان حالات میں مسلمان عورت کے اندر ایک طرح کی مایوسی کا پایا جانا فطری ہے۔ وہ یہ سمجھتی ہے کہ اسے نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ کمزوری اور مجبوری کی وجہ سے اس کا استحصال ہو رہا ہے۔ اس کے دینی اور سماجی فرائض اور ذمہ داریوں کا تو ہر طرف چرچا ہے اور ان کے پورے کیے جانے کا مطالبہ بھی شدت سے ہوتا رہتا ہے لیکن اس کے حقوق ادا کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ یہ احساس عملاً اسے آہستہ آہستہ اسلام سے دور کر رہا ہے۔ اس کے اندر اسلام سے نظریاتی یا فکری بغاوت تو بالعموم نہیں ہے لیکن اسلام سے جس قسم کا تعلق اور وابستگی ہونی چاہیے وہ کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ اسے اسلامی معاشرے میں وہ کشش نظر نہیں آتی جو اس سے جڑے رہنے اور اسے مستحکم بنانے کے لیے ضروری ہے۔

تحریکات اسلامی کی اصلاحی کوششیں

اسلامی تحریکوں نے اس صورت حال کو بدلنے کی مختلف پہلوؤں سے جو کوشش کی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا بڑی زیادتی ہے۔ اس کے نتیجے میں جہاں تک ان تحریکوں کے اثرات ہیں' ایک طرف تو مسلمان عورت کو اس کے اسلامی حقوق مل رہے ہیں اور دوسری طرف خود مسلمان خواتین کے ایک طبقے میں دین کا صحیح شعور پیدا ہو رہا ہے۔ ان میں سے بعض اسلامی جذبات سے سرشار ہیں اور حالات کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کے اثرات بہت محدود ہیں۔ معاشرے میں اس سے کوئی بڑی محسوس تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ آج بھی مسلمان عورت اسلام کی واضح تعلیمات سے متصادم اور مخالف ماحول میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ پورے معاشرے کی فضا بدلے' عورت دین اور دنیا کے علم سے آراستہ ہو' اپنے حقوق اور فرائض کو پہچانے' اسلامی تعلیمات کی پابند ہو' اس کے جو حقوق مجروح ہو رہے ہوں' انھیں اسلام کی بیان کردہ حدود کے اندر حاصل کرنے کی جدوجہد کرے اور اپنے فرائض سے غفلت نہ برتے بلکہ خوش اسلوبی کے ساتھ انھیں ادا کرنے کی کوشش کرے۔ دوسری طرف مرد کو اپنے رویے پر نظرثانی کرنی ہوگی۔ وہ خوش دلی سے عورت کے حقوق ادا کرے' جس پہلو سے بھی اس پر زیادتی ہو رہی ہو' اسے دور کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور اسے بہتر' باوقار اور پُرسکون ماحول فراہم کرے۔

معاشرے کی اصلاح اور اس کے اندر اسلامی فضا پیدا کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ اسے بڑی حکمت اور

دانائی کے ساتھ انجام دینا ہو گا۔ عورت کے اندر بغاوت کا اور مرد کے اندر اسے دبانے اور کچلنے کا جذبہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے ورنہ خاندان کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ دونوں طرف قانونی جنگ کی جگہ محبت اور الفت کی وہ فضا ہونی چاہیے جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے۔ اس سے ایک اسلامی معاشرے کی تعمیر ممکن ہو گی۔

جب اسلام غالب ہو گا

اسلام اور غیر اسلام کی کش مکش کا یہ دور ختم ہونے کے بعد مسلمان عورت' یقین ہے کہ ایک نئی زندگی اور نئی توانائی کے ساتھ میدان عمل میں آئے گی۔ اس کے چند نمایاں پہلو یہ ہوں گے:

غیر اسلامی افکار و نظریات اس کے لیے اپنی کشش کھو دیں گے۔ ان کے جھوٹے پروپیگنڈے اور کھوکھلے نعروں کی تاثیر ختم ہو جائے گی۔ مسلمان عورت اسلامی فکر کی علم بردار' اسلامی سیرت کی حامل اور اسلامی حدود و آداب کی پابند ہو گی۔ اس کی پوری زندگی اسلامی قالب میں ڈھل جائے گی۔

وہ علم کی دولت سے آراستہ' دنیاوی مسائل سے واقف اور دینی بصیرت کی حامل ہو گی' اس وجہ سے اسے کسی اضطراب میں مبتلا کرنا اور دین سے متنفر کرنا آسان نہ ہو گا۔

اسلام نے اسے جو حقوق دیے ہیں' چاہے ان کا تعلق عائلی زندگی سے ہو یا سیاسی' سماجی اور معاشی زندگی سے' وہ ان سب سے بہرہ ور ہو گی اور اس احساس سے دوچار نہ ہو گی کہ اسلامی معاشرے میں بھی اسے ان سب کے لیے جدوجُہد کرنی پڑتی ہے۔ اسے وہ ان کا محافظ پائے گی' موجودہ دور کے پُرفریب تصور مساوات کی جگہ حقیقی مساوات سے روشناس ہو گی۔

مسلمان عورت کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا بھی احساس ہو گا۔ وہ خانگی ذمہ داریوں کو حقیر نہیں سمجھے گی بلکہ معاشرے کی تعمیر میں خاندان کی جو اہمیت ہے اسے وہ اہمیت دے گی۔ اسے اسلام کا مضبوط قلعہ بنانے میں شوہر کی معاون ہو گی اور آنے والی نسل کو اسلامی سیرت و کردار میں ڈھالنے کی کوشش کرے گی۔

مسلمان عورت کا ملکی و ملی مسائل سے مضبوط تعلق ہو گا۔ وہ ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے لیے فکرمند ہو گی اور اس کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرے گی۔ اجتماعی زندگی میں موثر کردار ادا کرے گی' رائے' مشورہ اور نقد و احتساب میں شریک ہو گی اور جہاں کوئی خامی دیکھے گی اس کی اصلاح کی کوشش کرے گی۔

بعض توجہ طلب پہلو

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی تحریکوں میں مسلمان خواتین کا جو حصہ ہونا چاہیے وہ نہیں ہے۔ حالانکہ

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری مرد اور عورت دونوں پر ڈالی گئی ہے۔ یہ اسلام کا دعوتی مقصد بھی ہے اور سیاسی بھی۔ اسلام جس معاشرے کی تعمیر چاہتا ہے اس کا اس وقت تک تصور نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ دونوں معروف کو قائم کرنے اور منکر کو مٹانے میں نہ لگ جائیں۔ قرآن مجید اس پاک مقصد کے لیے دونوں کے باہم تعاون کو ضروری قرار دیتا ہے۔ یہی حقیقت سورہ توبہ کی اس آیت میں بیان ہوئی ہے:

> ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہیں۔ وہ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔ بے شک اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔ (۹:۷۱)

دور اول کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، اللہ کے دین کو قبول کرنے، اس کے لیے تکلیفیں برداشت کرنے اور ہجرت و جہاد اور اسلامی ریاست کے قیام کے مختلف مراحل میں عورت مردوں کے دوش بدوش رہی۔ یہی کردار آج مسلمان عورت کو ادا کرنا چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ کار دعوت کی اہمیت اس کے ذہن نشین کرائی جائے، اس راہ میں قربانی کا جذبہ اس کے اندر پیدا کیا جائے۔ اسے بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کا ایک بنیادی تقاضا امر بالمعروف ونہی عن المنکر بھی ہے۔ اس کی تکمیل مرد اور عورت کے باہم تعاون ہی سے ہو سکتی ہے۔ معروف کے مٹنے اور منکر کے پھیلنے پر جو بے چینی ایک دین دار مرد میں ہونی چاہیے وہی ایک دین دار عورت میں ہونی چاہیے۔ اس کے ساتھ شرعی حدود کے اندر اسے ان تمام کاموں میں عملاً شریک کیا جائے جو اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے ضروری ہیں۔